خدا تعالیٰ کی ذات سب خوبیوں کی جامع اور تمام عیوب سے منزّہ ہے

(فرمودہ ۱۵۔ فروری ۱۹۲۹ء بمقام پھیرو چیچی)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

قرآن شریف کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے رکھی ہے یعنی شروع میں ہی بندے سے یہ اقرار کرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ساری خوبیوں اور تعریفوں کا جامع ہے اس کے تمام احکام حکمت کے ماتحت ہوتے ہیں اور وہ جو کچھ اپنے بندے سے کرانا چاہتا ہے یا جس بات کے کرنے کا اپنے بندے کو حکم دیتا ہے وہ ضرور کسی نہ کسی خوبی پر مشتمل ہوتی ہے۔ جو امور اس کی طرف سے صادر ہوتے ہیں سب خیر و برکت کا موجب ہوتے ہیں۔ بعض لوگ نادانی سے ان ابتلاؤں اور تکلیفوں کو جو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں کبھی بیماریوں کی صورت میں، کبھی مالی نقصان، کبھی جانی نقصان کی صورت میں، کبھی غربت کی صورت میں، کبھی ناکامی کی صورت میں، کبھی مقصد و مدّعا کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں خدا تعالیٰ کی حمد کے خلاف سمجھ لیتے ہیں اور خیال کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصیبتیں اور بلائیں بھی ہیں اور لاکھوں انسان ایسے ہیں جو یہ کہہ دیا کرتے ہیں جب ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں تو دُنیا میں چوری اور ڈاکہ زنی کون کراتا ہے، لڑائی جھگڑے کس کے ذریعہ ہوتے ہیں؟ بجلیاں کیوں گرتی ہیں؟ طوفان، آندھیاں، اولے، برف، بارشوں کی کثرت، خشکی یعنی پانی نہ برسنے کی تکلیف، یہ تمام تکالیف کہاں سے آتی

ہیں؟ اگر یہ ساری اللہ تعالیٰ کی ہی پیدا کردہ ہیں تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ کچھ بُری باتیں بھی خدا کے لئے ہیں سب تعریفیں ہی نہیں۔ یہ عقیدہ ہمارے ملک کے لوگوں میں اس قدر گھر کر چکا ہے کہ وہ اچھی بات تو کم ہی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن بُری باتیں ساری اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اگر کسی کا کوئی عزیز مر جائے تو وہ کہتا ہے خدا کی کرنی۔ اگر کسی کو مالی نقصان پہنچ جائے تو کہتا ہے کہ خدا کی مرضی۔ اگر کوئی اپنے مقصد میں ناکام رہے تو کہتا ہے خدا کی مرضی یہی تھی۔ لیکن اگر کوئی اچھی چیز اسے مل جائے تو خدا کا نام نہیں لیتا۔ کسی کو اولاد مل جائے یا اپنی یا اپنے کسی بچے کی شادی اچھی جگہ ہو جائے تو کہتا ہے ہم نے خوب سوچا تھا۔ اگر کسی کا بیمار اچھا ہو جائے تو کہے گا فلاں ڈاکٹر یا طبیب نے کیا ہی اچھا نسخہ دیا یا فلاں بڑھیا یا بڈھے نے نہایت عمدہ دوائی بنائی۔ یا یہ کہ ہمیں خود ہی کیا اچھی ترکیب سوجھ گئی کہ مریض شفایاب ہو گیا۔ غرض کہ جتنی غلطیاں ہیں وہ تو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور جتنی اچھی باتیں ہیں وہ اپنی طرف۔ شفایابی، کامیابی، ترقی یہ تو اپنے اپنے بڑوں، استادوں، دوستوں، حکیموں، ڈاکٹروں اور وکیلوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور جملہ بلائیں اور مصیبتیں خدا کی طرف۔ حالانکہ اگر اس غلط عقیدہ کو تسلیم بھی کر لیا جائے جو مسلمانوں میں رائج ہے کہ نیکی بدی سب خدا تعالیٰ ہی کراتا ہے تب بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھلا بُرا سب اس کی طرف منسوب ہونا چاہئے شفا اور بیماری بھی، مقدمہ کا ہارنا بھی اور جیتنا بھی، مقصد میں ناکامی بھی اور کامیابی بھی سب کچھ خدا تعالیٰ سے ہی منسوب ہونا چاہئے۔ مگر حالت یہ ہے کہ مقدمہ کا ہارنا تو خدا کی مرضی پر سمجھا جاتا ہے لیکن جیتنا وکیلوں اور دوستوں کی کوشش کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر تقدیر کا مسئلہ اس طرح بھی مان لیا جائے جس طرح آج مسلمانوں میں رائج ہے تب بھی عیب و صواب دونوں خدا تعالیٰ سے منسوب ہونے چاہئیں۔ لیکن نہیں۔ لوگ عیب خدا سے منسوب کرتے ہیں اور صواب اپنی طرف۔ حالانکہ قرآن کریم بتاتا ہے کہ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور تعریف ہمیشہ خوبی کے باعث ہوا کرتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ کوئی شخص کسی کے بچے کو تھپڑ مارے اور وہ اس کی تعریف کرے کہ کیا اچھا تھپڑ مارا ہے۔ یا کسی کے بچہ کا گلا گھونٹ دے اور وہ کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ کیا اچھا گلا گھونٹا ہے۔ تو تعریف ہمیشہ اچھی بات کی ہوتی ہے۔ پس جب یہ کہا گیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تو اس کے صاف معنی ہیں کہ کوئی عیب خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں دنیا

میں موت بھی ہے اور حیات بھی' آرام بھی ہے اور تکلیف بھی' جب عیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے
نہیں بلکہ قرآن کریم کے شروع میں ہی بتایا گیا ہے کہ ساری خوبیاں ہی خوبیاں اللہ کے لئے ہیں
تو پھر سوال ہوتا ہے کہ بُرائی کہاں سے آتی ہے؟ بعض پرانے مذاہب والوں نے اس سوال کا حل
یوں کیا ہے کہ بدی کا پیدا کرنے والا اور خدا ہے۔ یعنی ایک اور خدا کا وجود مانا ہے اس کا نام
انہوں نے الگ رکھ دیا ہے اور اصل خدا کا الگ گویا دو خدا تجویز کئے ہیں اہرمن اور یزدان۔
ان کے نزدیک یزدان جلاتا اور پیدا کرتا ہے اور اہرمن مارتا ہے۔ گویا خدا اور شیطان کو بالمقابل
لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ پہلے ایران میں یہی مذہب رائج تھا۔ ہندوؤں نے اس سوال کو تناسخ کے
ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں موجودہ مصائب پچھلے جنم کی سزا ہوتی ہے اور سزا
عیب نہیں ہوا کرتی۔ یہ مسئلہ بھی اتنا گھر کر چکا ہے کہ میں نے خود کئی مسلمانوں کو یہ کہتے سنا ہے یہ
تکلیف پچھلے جنم کا نتیجہ ہے یعنی ہندوؤں سے سن کر وہ بھی یہ محاورہ استعمال کرنے لگ گئے ہیں اور
کہتے ہیں خبر نہیں کونسی جون کی یہ سزا ہمیں مل رہی ہے۔ لیکن اسلام بتاتا ہے خدا ایک ہے اور
مسئلہ تناسخ صحیح نہیں۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز نیکی کے لئے پیدا کی ہے اور پھر بندہ
کو استعمال کے لئے دیدی ہے۔ آگے اگر وہ اس کا اچھا استعمال کرے تو وہ اچھی ہو جائے گی اگر
وہ بُرا کرے گا تو بُری۔ جیسے چاقو ہے۔ چاقو بنانے والے نے کسی کے قتل کرنے کے لئے نہیں
بنایا۔ لیکن اگر کوئی احمق چاقو سے کسی کی جان لے لے تو اس میں چاقو بنانے والے کا کوئی قصور نہ
ہوگا کیونکہ اس نے تو اسے اچھے کام کے لئے بنایا تھا مثلاً اگر دنیا میں لوہا نہ ہوتا تو تالے چابیاں نہ
بن سکتے۔ ہل' کلہاڑی' کسّی نہ بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تو لوہا اسی لئے پیدا کیا ہے کہ اس سے ریل'
انجن' مشینیں' تالے اور دوسری ضروریات کی اشیاء بنائی جائیں لیکن کئی نادان لوہے سے
دوسرے کا سر پھوڑ دیتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا عیب نہیں جس نے لوہا پیدا کیا بلکہ سر پھوڑنے والے
کی اپنی شرارت ہے۔ اسی طرح انسان بیمار کس طرح ہوتا ہے بیماری سردی یا گرمی لگ جانے'
دھوپ لگنے' غذا کی خرابی یا جسم کے نامناسب استعمال سے پیدا ہوتی ہے جیسے اگر کوئی بہت
سخت چیز دانتوں سے توڑے تو یقیناً اس کے دانتوں میں تکلیف ہوگی۔ اگر کوئی حلق کا زیادہ
استعمال کرے تو وہ خراب ہو جائے گا۔ اگر کوئی معدے کا زیادہ استعمال کرے تو وہ کمزور ہو
جائے گا۔ یا اگر کوئی ایسی چیزیں کھائے جن سے جگر خراب ہوتا ہے تو اس کے جگر میں نقص پیدا ہو

جائے گا۔ غرض خرابی انسان کی اپنی بے احتیاطی سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً سنکھیا ہے یہ پرانے بخاروں کا بہترین علاج ہے۔ لیکن اگر کوئی سنکھیا اصل مقدار سے زیادہ کھا کر یا جس طرح اسے تیار کر کے کھانا چاہئے اس طرح تیار کئے بغیر کھا کر مر جائے تو یہ اس کا اپنا قصور ہوگا کیونکہ اس نے اس کا غلط استعمال کیا۔ غرضیکہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس سے فائدہ نہ اُٹھایا جاسکے۔ سانپ اور بچھو دنیا میں کئی بیماریوں کے علاج میں استعمال ہوتے ہیں۔ سانپ کے زہر سے کوہڑ کا بہت کامیاب علاج کیا جاتا ہے اور بھی کئی پُرانی اور مزمن بیماریوں کو ان کے زہروں سے فائدہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی سانپ اور بچھو کو پیدا کرنے کی یہ بھی ایک غرض ہے کہ ان کے زہروں سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ لیکن اگر کوئی انسان سانپ کے بل میں ہاتھ ڈال دے یا ایسی جگہ رہے جہاں سانپ رہتے ہیں مگر احتیاط نہ کرے اور اسے سانپ ڈس لے تو یہ اس کا اپنا قصور ہوگا۔ اسی طرح کُتّا ہے خدا نے اسے اس لئے پیدا کیا کہ اس سے حفاظت کا کام لیا جائے یا شکار میں مدد لی جائے۔ لیکن اگر کوئی کُتّے کے ساتھ کھیلنے کا عادی ہو اور کُتّا دیوانہ ہو کر اسے کاٹ لے تو اس میں بھی اس کا ہی قصور ہوگا۔ اسی طرح اگر سردی یا گرمی نہ ہو تو کئی فصلیں نہ پک سکیں۔ انسان کی کئی عادتیں اور خصلتیں درست نہ ہو سکیں۔ گرم ممالک کے باشندوں کی خصلتیں اور ہوتی ہیں اور سرد ملک کے رہنے والوں کی اور۔ اگر کوئی اپنی بے احتیاطی سے ان سے تکلیف اُٹھاتا ہے تو اس کی غلطی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے تو ہر چیز اچھی ہی پیدا کی ہے لیکن بندہ اس کا خراب استعمال کر کے نقصان اٹھاتا ہے۔ اس خرابی کی حد یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ خدا کو بھی لوگوں نے بگاڑ لیا ہے اس کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کی جاتی ہیں کہ حیرانی ہوتی ہے جب خود خدا تعالیٰ کو جو خالق تھا لوگوں نے اپنے لئے بگاڑ لیا۔ اور اس کی ذات میں عیب نکالنے لگ گئے تو اور چیزوں کا اگر وہ غلط استعمال کریں تو کونسی اچنبھے کی بات ہے۔

بعض لوگ مل کر چوری کرتے یا ڈاکہ ڈالتے ہیں اور پھر ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ خدا کی قسم کھاؤ کسی کو بتائیں گے نہیں۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ کی ذات تو نیکی کے لئے تھی لیکن اس کے نام کے غلط استعمال سے چور اور ڈاکو بھی مدد حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح اس کے فرشتوں اور نبیوں کا بھی غلط استعمال کرتے ہیں۔ دنیا میں کئی جھوٹے اور فریبی ہیں جو اپنے آپ کو انبیاء کا جانشین کہہ کر دنیا کو لوٹ رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ایک رشتہ دار تھی جو ایک پیر کی

مرید تھیں۔ ایک دفعہ وہ آپ کے ہاں آئیں تو آپ نے دریافت کیا پیر صاحب کی بیعت سے تمہیں کیا فائدہ پہنچا۔ کوئی دین کی خدمت کی توفیق ملی یا انہوں نے تمہارے اخلاق کی اصلاح کی۔ انہوں نے کہا فائدہ تو کچھ نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا اب جاؤ تو پیر صاحب سے پوچھنا کہ ان کی بیعت کا کیا فائدہ ہے؟ وہ جب پیر صاحب کے پاس گئیں اور یہ سوال کیا تو پیر صاحب نے کہا معلوم ہوتا ہے تم نورالدین کے پاس قادیان گئی ہو اور اس نے یہ سوال سکھایا ہے۔ انہوں نے کہا خواہ کسی نے سکھایا آپ بتائیں کہ آپ کی بیعت کا فائدہ کیا ہے پیر صاحب نے کہا فائدہ یہ ہے کہ ہم نے تمہارے سارے گناہ اُٹھا لئے ہیں اب قیامت کے دن خدا تمہیں نہیں پوچھ سکتا کہ تم نے فلاں نیک کام کیوں نہ کیا یا فلاں گناہ کیوں کیا؟ تم بے شک نماز روزہ، حج، زکوٰۃ چھوڑ دو جب قیامت کو خدا پوچھے تو صاف کہہ دینا سب گناہوں کا ذمہ پیر صاحب نے لے لیا ہے پھر تم دگڑ دگڑ کرتی بہشت میں چلی جاؤ گی۔ انہوں نے کہا پھر آپ کا کیا حال ہوگا؟ پیر صاحب نے کہا ہم سے خدا کچھ پوچھے تو سہی ہم کہیں گے امام حسین کی قربانی کیا تھوڑی ہے کہ ہمیں یہ کہہ کر دِق کیا جاتا ہے۔ یہ کیوں نہ کیا اور وہ کیوں کیا۔

یہ پیر صاحب کا نبی کی اولاد ہونے کا ناجائز استعمال ہے یا نہیں۔ رسول کریم ﷺ تو لوگوں میں خشیت پیدا کرنے کے لئے آئے تھے۔ لیکن ان کا بھی غلط استعمال کر لیا گیا کہ کہہ دیا ان کی اولاد ساری دنیا کے گناہ اُٹھا سکتی ہے۔ اب دنیا خواہ کتنے گناہ کرے پیر صاحب اس کے ذمہ دار ہیں۔ تو یہ نبی کا غلط استعمال ہے۔ اسی طرح قیامت کا بھی غلط استعمال کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ کہا جاتا ہے کہ اگر فلاں کام نہ کرو گے (جو دراصل ناجائز ہوتا ہے) تو قیامت کو پوچھے جاؤ گے۔ قیامت کے مؤاخذہ سے ڈر کر انسان ایک ناجائز فعل کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ بہتر سے بہتر چیز کا بھی دنیا میں غلط استعمال کر لیا جاتا ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اس چیز کا وجود ہی غیر مفید ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص کسی کو جوتا تحفہ کے طور پر دے اور وہ اسے سر پر رکھ کر چل پڑے تو یہ اس کا اپنا قصور ہوگا یہ جوتا کا غلط استعمال ہوگا۔ غرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ سب اچھی ہیں نقص ان کے غلط استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ دیکھو عبادت کیسی اچھی چیز ہے لیکن قرآن کریم میں آتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ○ [1] نماز فرض تو ہوئی

برکت کے لئے اور انسان کو خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کرانے کی غرض سے لیکن جو نماز خدا کے لئے نہ پڑھی جائے بلکہ اس لئے پڑھی جائے کہ لوگ نمازی کہیں تو وہ خدا تعالیٰ سے اور بھی دور پھینک دیتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے بعض نمازیں انسان کو شیطان سے مشابہ کر دیتی ہیں۔ جیسے اس وقت کی نماز جب سورج نکل رہا ہو یا سورج ڈوب رہا ہو یا سر پر ہو۔[۲] تو یہ کیسی اچھی چیز ہے لیکن اس کے بے موقع پڑھنے والے کو بھی رسول کریم ﷺ نے شیطان کہا ہے۔ اسی طرح روزہ بھی کیسی اچھی عبادت ہے لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے عید کے دن روزہ رکھنے والا شیطان ہے[۳] اور بعض بزرگوں نے لکھا ہے جو مسافر روزہ رکھے وہ گنہگار ہے۔ بعض نے لکھا ہے اگر رکھ لے تو وہ نفلی روزہ ہوگا فرض اس کو پھر رکھنا پڑے گا۔ مثلاً ایک شخص دس دن سفر پر رہا اور روزے بھی رکھتا رہا تو اس کے یہ روزے نفلی ہوں گے فرضی اسے پھر رکھنے پڑیں گے۔ لیکن بعض نے لکھا ہے اگر سفر پر ہوتے ہوئے روزہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔ اب دیکھو ایسے بزرگوں کی رائے کے مطابق روزہ بھی انسان کو قابلِ گرفت اور گنہگار بنا دیتا ہے۔

اسی طرح حج ہے۔ یہ بعض شرائط کے لحاظ سے جائز ہے اور بعض کے لحاظ سے ناجائز۔ مثلاً اگر جہاد ہو رہا ہے اور کوئی شخص کہے میں حج کو جاتا ہوں تو وہ گنہگار ہوگا۔ جب اسلام خطرہ میں ہو تو حج کیسا؟ اس وقت یہی فرض ہے کہ جہاد کیا جائے۔ غرض ہر عبادت کے لئے موقع ہوتا ہے اور عبادت کا غلط استعمال بھی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا۔ میں اپنے میں اتنی طاقت پاتا ہوں کہ ہر روز روزہ رکھ سکوں۔ آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے ایسا کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا سزا رکھی ہے۔ ایسا کرنے والا دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوگا۔[۴] ظاہراً تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک ماہ کے روزے رکھنا اس قدر قُربِ الٰہی کا موجب ہے تو ساری عمر کے روزے کتنے عظیم اجر کا موجب ہونگے۔ مگر نہیں۔ یہ بجائے قُربِ الٰہی کے خدا سے دور پھینک دیتے ہیں۔ پس کسی چیز کے صحیح استعمال سے ہی فائدہ ہو سکتا ہے اور بہتر سے بہتر چیز کا غلط استعمال بھی بجائے فائدہ کے نقصان رساں ہوتا ہے۔ اب دیکھو بانس کی لکڑی ہے اگر خدا تعالیٰ بانس پیدا نہ کرتا تو میں سمجھتا ہوں کم از کم علاقہ بیٹ (دریا کے قریب کا علاقہ) کے رہنے والوں کا گذارہ سخت مشکل ہوتا۔ لیکن اگر ایک شخص بانس کا لٹھ مار کر دوسرے کا سر پھوڑ دے اور کوئی کہہ دے دیکھو خدا نے یہ کیسی مُضِرّ چیز پیدا کر دی ہے جس سے سر

چھوڑا جا سکتا ہے تو یہ اس کی حماقت ہوگی۔ بانس کے غلط استعمال سے اگر ایک کا سر پھوٹا ہے تو ہزاروں انسان ایسے بھی ہیں جو اس سے مکان بنا کر اپنے سر چھپاتے ہیں۔ اس طرح فائدہ تو اس سے بہت زیادہ اٹھایا جاتا ہے لیکن نقصان بہت ہی کم ہے اور خدا تعالیٰ نے تو فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے اگر کوئی شریر اس سے نقصان پہنچاتا ہے تو یہ امر خدا تعالیٰ کی حمد کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ پس اَلْحَمْدُلِلّٰہِ میں مؤمن کو یہ بتایا گیا ہے کہ کسی چیز کو ایسا نہ سمجھ کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ دنیا میں گندی سے گندی چیز پاخانہ سمجھا جاتا ہے لیکن کسی زمیندار سے پوچھو یہ بھی کتنے فائدہ کی چیز ہے۔ چند سال کسی کھیت میں ڈال کر دیکھو اس میں کتنی اعلیٰ درجہ کی فصل ہوتی ہے۔ غرض اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہہ کر خدا نے بتایا کہ کسی چیز کو بے فائدہ نہ سمجھو اور کسی چیز سے گندہ کام مت لو۔ مؤمن کو چاہئے ہر چیز کا اچھا استعمال کرے اور ایسا نہ کرے کہ ایک اچھی خاصی مفید چیز کو اپنے لئے وبالِ جان بنالے۔ دیکھو رسّہ ہے اس سے کتنے فائدے لئے جاتے ہیں، مال مویشی باندھے جاتے ہیں، گاڑیاں کھینچی جاتی ہیں، بوجھ اُٹھائے جاتے ہیں لیکن اس سے گلے میں پھندا ڈال کر لوگ خودکشی بھی کر لیتے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے خدا نے یہ کیوں پیدا کیا جس سے میرے فلاں عزیز نے پھانسی لے لی تو وہ احمق ہے۔ اسے بے شک نقصان پہنچا ہے لیکن اس نقصان کا باعث رسّہ نہیں ہے بلکہ رسّہ کا غلط استعمال ہے۔ پس مومن کو ہر چیز سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ اگر کسی چیز کے فوائد سے ہم آگاہ نہیں تو پھر بھی ہم اس چیز کو بے فائدہ نہیں کہہ سکتے۔ یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کے فوائد کا ابھی دنیا کو علم نہیں ہوا ہمارے ملک میں جن چیزوں کو ردّی سمجھ کر پھینک دیا جاتا تھا ان سے بھی یورپین لوگ فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ گھاس وغیرہ اور بانس سے نہایت قیمتی کاغذ بنائے جاتے ہیں اور ان سے کروڑوں روپیہ کا فائدہ وہ لوگ اٹھا رہے ہیں۔ اسی طرح ہڈیاں ہیں۔ ہمارے ملک میں انہیں بے کار سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے لیکن انگریز ہڈیوں سے بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اس سے نہایت عمدہ کھاد بنائی جاتی ہے۔ پھر یہ کھانڈ صاف کرنے کے کام آتی ہیں۔ ہندوستان میں انہیں ردّی سمجھ کر پھینک دیا جاتا تھا۔ پس ردّی سے ردّی چیز میں بھی خدا تعالیٰ نے بے شمار فوائد رکھے ہیں۔ مومن کو کبھی یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کوئی چیز بے سود اور خدا تعالیٰ کی حمد کے خلاف ہے۔ اس کے تمام کام حکمت کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کہتا ہے خدا تعالیٰ نے میرا بھائی مار دیا جو اچھا نہ ہوا تو اسے یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اگر آدم سے لے کر آج تک جتنے لوگ

پیدا ہوئے تمام زندہ رہتے تو آج دینا کی کیا حالت ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں سانس لینے کے لئے بھی دنیا میں جگہ نہ ہوتی۔ پھر لوگ کہتے خدا نے یہ کیا کیا کہ اتنی مدت سے لوگ دنیا میں موجود ہیں انہیں مارتا نہیں۔ غرض خدا تعالیٰ کی طرف کبھی کوئی عیب نہیں منسوب کرنا چاہئے بلکہ اس کی حکمتوں سے سبق حاصل کر کے ہر چیز سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

(الفضل ۲۲۔ فروری ۱۹۲۹ء)

---

۱ الماعون: ۵تا۸

۲ مسلم کتاب فضائل القران باب الاوقات التی نهی عن الصلوٰة فيها

۳ بخاری کتاب الصوم باب صومة يوم الفطر

۴ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۴۱۴